اہلِ سُنّت کی پہچان

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : اہلِ سُنّت کی پہچان

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ
(مشیر آباد۔ حیدرآباد مارچ ۱۹۸۰)

تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

نوٹ: کتاب میں جہاں بھی آپ کو ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں
سمجھ لیں کہ وہاں مرتب کی تشریح واضافت ہے

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

اشاعت اُول : مارچ ۲۰۱۰ تعداد : ۱۰۰۰ (ہزار)

قیمت: 20 روپے

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
صراطِ مستقیم	۵	قیام تعظیمی اور دست بوسی	۳۳
صحیح منزل کی تلاش	۷	فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روش	۳۴
تہتر (۷۳) راہے	۸	قیام کی تقسیم	۳۴
راہِ نجات	۹	دورانِ حج تعظیم کے مظاہرے	۳۵
سُنّتِ صحابہ کیوں ضروری ہے	۱۰	علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی روش	۳۶
کیا عربی ڈکشنری سے دین سیکھ سکتے ہیں	۱۵	سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور	
کتاب اور صاحبِ کتاب	۱۷	امتحانِ محبت	۳۶
صحابہ کرام کا انعام	۱۸	کافروں کے گھیرے میں	
انعام والوں کا ساتھ	۱۹	پُرسکون نیند	۴۰
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روش	۲۲	سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی	
حضرت آدم علیہ السلام کی سُنّت	۲۳	روش	۴۱
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روش	۲۴	صحابیِ رسول سیدنا حسّان بن	
نداء یا رسول اللہ	۲۵	ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا	۴۴
پکارنے اور سُننے کا معاملہ	۲۸	عقیدہ	
سُننے کا فلسفہ کیا ہے؟	۲۸	صحابہ کرام اور تعظیم	۴۵
حضور ﷺ دُرود شریف کو سُنتے ہیں	۳۱		

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبٰی سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھیے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے مرے مولٰی کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

(Straight Path)

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من کان نبیاً واٰدم بین المآء والطین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔ أما بعدُ فقد قال اللہ تعالیٰ ﴿ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴾ (الفاتحہ) چلا ہم کوسیدھے راستہ پر، اُن کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ اُن کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

بارگاہِ رسالت میں دُرودشریف پیش فرمائیں اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ

﴾☆☆☆

بدمذہب وہابیوں (نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین، مودودی جماعت اسلامی، دیوبندیوں) کے قرآنی تراجم کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ انہوں نے قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کی تشریح اسلامی قوانین واُصول سے ہٹ کر اور منشاءِ خداوندی کے بجائے ہوائے نفسانی کے مطابق کرنے کی جرأت کی ہے۔ ان دَریدہ دہنوں کی ناپاک جسارت کا نقطہ عروج یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کے اندر بھی تحریف معنوی سے دریغ نہیں کیا اور قرآنی آیات کی ایسی تفسیر وتشریح کر ڈالی جو اُن کے سیاق وسباق کے مغائر، منشاء خداوندی کے خلاف اور جمہور مفسرین کی آراء کے متحارب ہیں۔ اُن کے معانی اپنی مرضی سے بیان کر کے اپنے مخصوص گمراہ کن عقائد کو ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ پورا قرآن جو نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیہ والسلام کا حسین ومشکبار گلدستہ ہے اُس کی آیتوں کا ایسا ترجمہ کر دیا جس سے اہانتِ رسول کی بُو آتی ہے۔

اس مقام پر بطور نمونہ اس آیتِ مبارکہ کا ترجمہ نقل کردینا مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ آپ بخوبی اندازہ کرلیں کہ یہ مترجمین، مطالبِ قرآن کی وضاحت اور منشاء ہدایت کوادا کرنے والی برجستہ وبرمحل تعبیر پیش کرنے میں کس درجہ ناکام رہے ہیں :

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (الفاتحہ/۵)

'بتلا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا'	(اشرف علی تھانوی دیوبندی)
'ہمیں سچی اور سیدھی راہ دِکھا'	(غیر مقلد جونا گڑھی)
'ہمیں سیدھا راستہ دِکھا'	(ابوالاعلیٰ مودودی، جماعت اسلامی)
'بتلا ہمیں راہ سیدھی'	(محمود الحسن دیوبندی)
'دِکھا ہمیں راہ سیدھی'	(شاہ رفیع الدین)
'ہم کو دین کا سیدھا راستہ دِکھا'	(غیر مقلد ڈپٹی نذیر احمد)

یہ ترجمہ وہی تو کرے گا جسے ابھی تک سیدھا راستہ معلوم نہ ہوسکا۔ اور اگر اُسے سیدھا راستہ بتادیا جائے تو کیا وہ خود ہی سے سیدھے راستے پر پہنچ جائے گا؟

جب ہم اسلام پر ہوتے ہوئے خدا سے دُعا کریں گے تو یوں کہنا کہ 'دِکھا ہم کو سیدھا راستہ' یا 'دِکھا ہم کو راہ سیدھی' کے کیا معنی ہوں گے؟ ہمارا اسلام پر ہونا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہمیں اپنے کرم سے سیدھا راستہ دِکھا چکا۔ ہاں البتہ یہ دُعا کرنا کہ اب ہمیں اس سیدھے راستہ پر 'چلا' بھی۔ تاکہ ہم منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ (تفسیر اشرفی)

اب ایسے مترجمین کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں جو سیدھا راستہ پاچکے ہیں :

(☆) 'ہم کو سیدھا راستہ چلا' (کنزالایمان، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

(☆) 'چلا ہم کو راستہ سیدھا' (معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی علیہ الرحمہ)

یااللہ ! ہمارا چلنا کیا اور ہم چل ہی کیا سکتے ہیں، بس اپنے کرم سے (چلا ہم کو) اس (راستہ) پر جو تجھ تک پہنچتا ہے۔ موجود بھی ہے۔ بالکل (سیدھا) بھی ہے۔ ☆☆☆☆﴾

صحیح منزل کی تلاش : ایک نکتہ کی طرف آپ لوگوں کو لیجاؤں گا۔ بس ایک سوال ہے اس کا جواب ہمیں اور آپ کو مل کر سوچنا ہے' وہ سوال جتنا ہی جلدی حل ہو جائے گا بات اتنی ہی جلدی ختم ہو جائے گی'تمثیلی انداز سے آپ کے سامنے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے آپ میری اس مجبوری کا تصور فرمائیں کہ مجھے ایک چوراہے پر کھڑا کر دیا گیا ہے اِدھر بھی ایک راستہ جارہا ہے اُدھر بھی راستہ جارہا ہے اِدھر بھی ایک راستہ جارہا ہے اُدھر بھی ایک راستہ جارہا ہے۔ مجھے یہ یقین ہے کہ تین راستے تباہی کی طرف لیجائیں گے اور ایک راستہ ہمیں اپنی منزل کی طرف لے جائے گا۔ جہاں تک راستہ کی صفائی کا خیال ہے ہم چاروں طرف ایک جیسی صفائی دیکھ رہے ہیں۔ ایک جیسی وسعت نظر آ رہی ہے ایک جیسا ٹہراؤ دکھائی پڑ رہا ہے۔ ایک جیسا نقشہ نظر آ رہا ہے۔

سوچو ! ایسے چوراہے پر کھڑا رہنے کے بعد اب ہم اپنی عقل سے کیا فیصلہ کریں؟ اپنی فراست کو کیسے کام میں لے آئیں؟ جائیں تو کدھر جائیں؟ یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے چوراہے پر کھڑا رہنے کے بعد عقل مفلوج ہوگئی۔ دماغ نے جواب دے دیا' مگر ہم دیکھتے ہی رہے اور سوچ ہی رہے تھے کہ ایک اچھی خاصی شکل وصورت کے انسان نے آواز دی کہ تو اپنی منزل کی طرف جانا چاہتا ہے تو ادھر آ۔ یہ راستہ ہے جو تجھے تیری منزل کی طرف لے جائے گا۔ میں نے کہا: چلو اچھا ہوا' ایک ساتھی ملا' ایک رہنما ملا۔ یہ خیال کر کے میں ابھی ادھر دو چار قدم بھی نہ چلا تھا کہ دوسرے نے آواز دی کہ کدھر جارہا ہے وہ تو کوئی فریبی ہے وہ تجھے فریب دینا چاہتا ہے اور تجھے منزل تک پہونچانے والا وہ راستہ ہے جس پر میں ہوں۔ جب میں اُدھر بڑھا تو تیسرے نے آواز دی۔ اُدھر بڑھا تو چوتھے نے آواز دی ......نتیجہ یہ ہوا' پھر میں اسی چوراہے پر آ کر ٹہر گیا جس پر پہلے ٹہرا تھا۔آخر میں جاؤں تو کدھر جاؤں؟ بھروسہ

کروں تو کس پر کروں؟ اس لئے کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں اس کی بات کو مان لوں اور اُن کی بات کو نہ مانوں' کوئی معقول بات نہیں ہے جب کہ سب کی شکل وصورت ایک جیسی ہے، اس کے بعد میں نے غور کیا کہ ذرا دیکھیں اُن کے بغلوں کے اندر کتابیں کس قسم کی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کتابیں بھی ایک ہی قسم کی ہیں' بہت مشکل ہوگئی' اگر مختلف کتابیں رہتی تو میں کتابوں کے اندر پڑھ کر غور کرتا اور اُن کا فرق معلوم کرتا۔ مگر کتابیں بھی ایک ہی ہیں' ہدایت کے بتلانے کا انداز بھی ایک ہی ہے، اب میں اور زیادہ فکرمند ہوگیا۔ بولو ! کیا میں اپنی عقل سے اپنی منزل تک پہنچ جاؤں گا۔ کس قدر دشواری آ گئی۔ چار راستے میں اتنا یقین ہے کہ ایک ہے ہدایت والا راستہ ......مگر کونسا؟ یہ ہے **وقت کا اہم سوال۔**

تہتر (۷۳) راہے : میرے رسول ﷺ نے تہتر (۷۳) راہے پر کھڑا کر دیا۔

ستفرقت علی امتی ثلاثة وسبعین فرقة کلهم فی النار اِلّا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله ؐ قال ما انا علیه واصحابی. (ترمذی' مشکوٰۃ)

عنقریب میری اُمت میرا کلمہ پڑھنے والے (۷۳) فرقوں میں بٹ جائیں گے اور سب کے سب ہلاکت کی طرف جائیں گے سب کے سب جہنم میں جائیں گے' صرف ایک کے سوا۔

بڑی پریشانی آن پڑی' چوراہے کا تو یہ حال ہے' اب تو تہتر (۷۳) راہے پھوٹ رہے ہیں۔ اِدھر بھی ایک راستہ' اُدھر بھی ایک راستہ، اِدھر بھی ایک راستہ، اُدھر بھی ایک راستہ اور ہم بیچ میں کھڑے رہے ہیں کہ جائیں تو کدھر جائیں۔ بتلاو! کیا ہماری عقل فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے؟ کیا ہماری سمجھ فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے؟ عالم خیال میں ہم بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کریں کہ حضور ! آپ نے فرمایا (۷۳) فرقے ہوں گے، ابھی ہوئے نہیں فرمادیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر راستہ پر

آپ کی نظر ہے، ہر بھٹکنے والے پر آپ کی نظر ہے تو حضور (ﷺ) سیدھے سیدھے آپ ہی بتلا دیجئے ہم کہاں اپنی عقل سے فیصلہ کریں، آپ ہی اپنی زبان مبارک سے فرما دیجئے تو بات ختم ہو جائے گی۔ سوال کیا تھا صحابہ کرام نے: **من هی یا رسول الله ۔** یارسول اللہ ﷺ ! اس ایک کا پتہ بتلا دیجئے جو نجات پانے والا ہے۔

راہِ نجات : سوال کرنے والوں کے ذہن کی سلامت کو دیکھئے، (۷۲) کا پتہ نہیں پوچھ رہے ہیں صرف ایک کا پتہ پوچھ رہے ہیں یعنی (۷۲) سے ہمیں کیا مطلب، اُن بھٹکنے والوں سے ہمیں کیا مطلب، ہلاکت کی طرف جانے والوں سے کیا مطلب۔ حضور (ﷺ) ہمیں تو نجات ہی کا راستہ اختیار کرنا ہے تو حضور (ﷺ) اس ایک ہی کا پتہ دیجئے وہ کہاں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **ما انا علیه واصحابی** جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ) وہ راستہ جو میرا راستہ ہے اور میرے صحابہ کا راستہ۔ میری سُنّت کا راستہ اور میرے صحابہ کی سُنّت کا راستہ۔ دیکھو رسول اللہ ﷺ کی روش، سُنّت رسول۔ صحابہ کی روش، سُنّتِ جماعت صحابہ۔ جس کو مختصر کیا اہل سُنّت و جماعت اور بھی مختصر کیا تو آپ نے سُنّی کہہ دیا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے کیا بات کہی۔ اہل سُنّت و جماعت جو ایمان والے ہیں جو سُنّت والے ہیں اُن کا راستہ صحیح راستہ۔

☆☆ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے طریق کو بعینہٖ اپنے صحابہ کا طریق بتلایا ہے یعنی اُن کی راہ چلنا، میری راہ چلنا ہے اور اُن کی پیروی، میری پیروی ہے۔

اس حدیث میں افتراق اُمت مسلمہ کی پیشن گوئی ہے کہ عنقریب یا بہت جلد متفرق ہو جائیں گے فرمان نبوی ﷺ کی رُو سے اُمت مسلمہ میں (۷۲) گمراہ و جہنمی فرقوں کا وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے فوراً بعد ہونا لازم آتا ہے اور فی الحقیقت ایسا ہوا بھی ہے۔ پہلی صدی ہجری میں ہی (۷۲) فرقوں کا وجود ہو گیا تھا البتہ اس کے بعد بہت سے فرقے اُمتِ مسلمہ میں

پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج بھی کئی نئے فرقے موجود ہیں۔ تمام فرقے لازمی طور پر ان بہتّر (۷۲) گمراہ وجہنمی فرقوں کے خیالات کا چربہ یا اُن کا نیا اڈیشن ہیں۔ بہرحال بنیادی طور پر اُمت مسلمہ میں بہتر (۷۲) گمراہ وجہنمی فرقے ہی رہیں گے اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ صادق ومصدوق نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے اور آپ کا فرمان کبھی غلط نہیں ہوتا۔ ☆☆﴾

سُنّتِ صحابہ کیوں ضروری ہے : میرے اس سوال کا جواب دو کہ رسول اللہ ﷺ کی سُنّت میں وہ کونسی کمی تھی جو صحابہ کی سُنّت کا باعث بنے؟ کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی **ما انا علیه واصحابی** جس پر میں ہوں اُس کو مانو' اور جس پر میرے صحابہ ہیں اُس کو مانو۔ وہ کونسی بات تھی کہ کہا جائے **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** تم پر میری سُنّت لازم ہے اور خلفائے راشدین کی سُنّت لازم ہے۔ وہ کونسی روش تھی کہ کہا جائے **ما انا علیه واصحابی** میری روش پر چلو میرے صحابہ کی روش پر چلو۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی روش میں کوئی نقص ہے تو بتاؤ؟ اور اگر رسول ﷺ کی روش بالکل کامل ہے تو صحابہ کی روش پر چلنے کی ضرورت کیا تھی؟ صحابہ کرام کی سُنّت کو اپنانے کی ضرورت کیا ہے؟ میں دو لفظوں میں اس کا جواب واضح کروں۔

سُنو ! بعض چیزیں جو تمہیں رسول ﷺ کی سُنّت میں نہیں مل سکتیں وہ صحابہ کی سُنّت میں ملیں گی۔ قانون تمہیں رسول ﷺ سے ملے گا۔ ضابط رسول ﷺ سے ملے گا اصول رسول ﷺ سے ملے گا' مثال کے طور پر رسول ﷺ یہ قانون تو دیں گے۔ ﴿ **وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ** ﴾ اللہ کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو، مگر کیسے کریں؟ یہ رسول ﷺ خود کر کے نہیں بتلائیں گے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** کوئی اپنی تعظیم خود نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ یہ تو کہیں گے ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ یعنی رسول کی اطاعت کرو، کیسے کریں؟ یہ کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول تو کہیں گے ﴿ فَـاتَّبِعُوْنِـیْ ﴾ میری اتباع کرو۔ کیسے کریں؟ اپنا اتباع کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول ﷺ یہ تو کہیں گے میری محبت کرو۔ کیسے کریں؟ یہ نہیں بتائیں گے۔ معلوم ہوا تعظیم کا قانون مجھ سے لو اور طریقہ صحابہ سے لو۔ محبت کا قانون مجھ سے لو اور طریقہ صحابہ سے لو۔ اطاعت کا قانون مجھ سے لو اور طریقہ صحابہ سے لو۔ تم مجھ سے قانون لو اور طریقہ سیکھنا ہے تو صحابہ سے سیکھو۔ طریقہ سیکھنا ہے اُن سے سیکھو۔ محبت سیکھنی ہے اُن سے سیکھو۔ اطاعت سیکھنی ہے اُن سے سیکھو۔ معلوم یہ ہوا کہ اب صرف سُنّت رسول کو معیارِ حق سمجھنے والا حق پر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ جو رسول معیارِ حق ہے وہ خود صحابہ کو معیارِ حق بنا رہا ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اس لئے قرآن نے صاف لفظوں میں کہا تھا ﴿ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاس ﴾ اے لوگو ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔ لوگوں سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ ایمان لاؤ جیسا کہ وہ لوگ ایمان لائے۔ کن سے کہا گیا تھا؟ کیا یہ کھلے کافروں سے کہا گیا تھا؟ کیا یہ مشرکوں سے کہا گیا تھا؟ کیا یہ مشرکوں کافروں سے کہا گیا تھا؟ نہیں، یہ اُن (منافقین) سے کہا گیا تھا جو دعویٰ رکھتے تھے کہ ایمان والا ہوں ﴿ وَمِنَ الـنَّاسِ مَنْ یَّـقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْن ﴾ جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ بالکل ایمان والے نہیں۔ اُن کی پہچان بھی قرآن نے بتادی ہے ﴿ وَاِذَا لَـقُـوا الَّـذِیْـنَ اٰمَـنُـوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَـالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ جب یہ پہچان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہیں اور جب ادھر ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مذاق کر رہے تھے۔

﴿وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ﴾ شیاطین کا لفظ قرآن نے استعمال کیا ہے، اللہ کی کتاب تجدید کی کتاب، اسلام کی کتاب' ہدایت کی کتاب، ارشاد کی کتاب ہے۔ اُن لوگوں کے جو امیر جماعت ہیں، جو سردار ہیں جماعت کے، جو رئیس جماعت ہیں اُن کے لئے قرآن نے شیاطین کا لفظ استعمال کیا ہے کہ جب یہ شیاطین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہاری طرح ہیں ہم اُن سے مذاق کر رہے تھے۔ خیر چھوڑئے اُن کا ذکر، اُن سے کیا کہا جا رہا ہے ﴿اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاس﴾ ایمان لاؤ جیسا یہ لوگ ایمان لائے۔ ہم تو یہ امید رکھے ہوئے ہیں کہ یہ کہا جاتا ایمان لاؤ جیسا قرآن کہتا ہے قرآن ہی تو سکھا رہا ہے۔ سیدھی سی بات یہ تھی کہ ایمان لاؤ جیسا قرآن کہتا ہے۔ ایمان لاؤ جیسا اللہ کی کتاب میں ہے۔ ایمان لاؤ جیسا رسول کی سُنّت میں ہے مگر یہ کہا جا رہا ہے ﴿اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاس﴾ ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔

☆☆☆ رب تعالیٰ سے جب بندہ عرض کرتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ تو ساتھ ہی ایسے راستے کی طلب کرتا ہے جو راستہ دُرست ہو اور کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہو تو کہا ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اُن لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنا خصوصی انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں میں سے جو سب سے پہلی بارگاہ ہے وہ ذاتِ کامل حضرت محمد مصطفی ﷺ کا دریاک ہے پھر صدیقین' شہداء' صالحین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ﴾ (النسآء/ ٦٩) اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء پر اور صدیقین پر اور شہداء پر اور صالحین پر۔

قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کی راہ پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں معیارِ حق بنایا ہے۔ اسی لئے یہ تنقید سے بھی بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اصحاب النبی ﷺ کوخطاب فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾(البقرۃ/۱۳۷) اگرلوگ تمہاری مثل ایمان لائیں تو ہدایت یافتہ ہوں گے۔ (اگر یہ بھی ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو جب تو وہ ہدایت پا گئے)

صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام معیاری ایماندار ہیں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو معیاری انسان قرار دیا ہے تو وہ تنقید سے بالاتر بھی ثابت ہوئے۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ﴾(البقرۃ/۱۳) اور جب کہا جاتا ہے کہ تم ایسا ایمان لاؤ جیسا دیگرانسان (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں۔

یہ دوسری دلیل قطعی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیاری انسان اور تنقید سے بالاتر ہونے کی یہ ہے

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾(توبہ/۱۰۰) اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنھوں نے پیروی کی اُن کی عمدگی سے، راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ اُن سے اور راضی ہوگئے وہ للہ تعالیٰ سے۔

مہاجرین اور انصار جو ایمان لانے میں سب سے مقدم ہیں اور جو عقائد اور اعمال میں اُن کے تابع ہیں اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مہاجرین اور انصار صحابہ اور جو لوگ اُن کے تابع ہیں اُن سب کو رضائے الٰہی کی سند حاصل ہے اب کون ایماندار ہے جو اُن پاکیزہ نفوس کو معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کیونکہ اگر یہ لوگ معیار حق نہ ہوتے اور تنقید سے بالاتر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا انہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے سے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ جس طرح صحابہ کرام کا ہر فعل اور قول نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں

رضا الٰہی کے لئے ہے اس طرح نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہرہ کے بعد بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کریں گے۔

یہاں اُن پاک ہستیوں (مہاجرین وانصار) کا ذکر فرمایا جارہا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی کی دعوت اُس وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس وقت اسلام کی اعانت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بیکسی کی حالت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر ناز ہے بلکہ ساری انسانیت کو اُن پر فخر ہے جنھوں نے حق کو محض حق کے لئے قبول کیا۔ اور اس کو فروغ دینے اور مرتبہ کمال تک پہنچانے کے لئے اپنے وطن چھوڑے، اپنے خونی رشتے توڑے، اپنے سر کٹائے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر راضی ہوگیا اور اس کے ان بندوں نے جب دیکھا کہ اُن کے ربّ کریم نے اُن کی ان قربانیوں کو شرفِ قبول عطا فرمایا ہے تو وہ اس کی شانِ بندہ پروری اور ذرّہ نوازی کو دیکھ کر راضی ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ابدی نعمتوں سے بھی انھیں سرفراز فرمایا اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوئے بلکہ قیامت تک جو بھی خلوص ودیانت سے اُن کی پیروی کرے گا وہ بھی عنایات ربّانی کا مستحق ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کی شان، ظاہر وباطن کے جاننے والے خدا نے خود اپنی کتاب مقدس میں بیان فرما دی۔ آپ ذرا سوچیں کہ جن کی توصیف وہ خود کرے، جن کے ایمان کا وہ خود گواہ ہو، جن کے جنت میں جانے کا وہ خود مژدہ سنائے، ایسے پاک لوگوں کی شان میں لب کُشائی شیطان کا کتنا خطرناک دھوکہ ہے۔ صحابہ کرام اس لئے تو شمع توحید پر پروانہ وار نثار نہیں ہوتے تھے کہ چودھویں صدی کا بے عمل مسلمان اُن کی مدح وستائش کرے۔ اُن کے پیش نظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُس کے رسول کی خوشنودی تھی اور وہ انھیں حاصل ہوگئی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے بعد ساری دُنیا بھی اُن کی شان میں گستاخیاں کرتی رہے تو اُس سے

اُن کا کیا بگڑتا ہے۔ البتہ اُن لوگوں کی حرماں نصیبی قابلِ افسوس ہے جو صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن سکتے تھے لیکن انھوں نے ادھر سے منہ موڑ کر بلکہ اُن لوگوں سے دشمنی کر کے اپنے آپ کو محروم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھولے ہیں۔

اس سے ثابت یہ ہوا کہ ان بندگان خُدا کے نقش قدم پر چلنا ہی صراط مستقیم ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے غیر نہیں بلکہ رب والے ہیں۔ اگر رب تعالیٰ کے غیر ہوتے تو طلب ہدایت کے وقت یہ بات مکمل ہو جاتی اور رب تعالیٰ فرما دیتا' اے میرے بندے طلب ہدایت کے وقت صرف میری بارگاہ کی ہدایت مانگنا' بندوں کا نام نہ لینا' اگر لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شک کو ہی دُور کر دیا اور واضح فرما دیا کہ جو انعام یافتگان کے نقش قدم پر چلا تو وہ صراط مستقیم پر چلا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا **علیکم بسُنّتی** تم پر میری سنت لازم ہے یعنی صراط مستقیم کی ضمانت اسی صورت میں ہے جب تک ذات مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر رہے بھٹک جانے کا شائبہ تک نہ ہوگا پھر دیکھئے حضور ﷺ نے اپنے نقش قدم پر چلنے والوں کے بارے میں فرمایا' یہ جو میری بارگاہ میں بیٹھ کر اپنے قلب و باطن کو نور علیٰ نور کرتے ہیں جو اُن کے نقش قدم پر چلا وہ بھی مجھ تک پہنچ جائے گا کیونکہ یہ **نجم الاهتدیٰ** (ہدایت کے ستارے) ہیں۔ ☆☆☆

کیا عربی ڈکشنری سے دین سیکھ سکتے ہیں :

☆☆ اس زمانے کے نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین اور اہل قرآن فرقوں کا کہنا ہے کہ قرآن **کتاب مبین** 'روشن کتاب' ہے اور '**ھدی للناس**' انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے لہذا دین کے مسائل راست طور پر قرآن مجید سے سیکھنا چاہئے اور قرآن عظیم ہی سے ایمان لانا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے اگر عربی زبان سیکھی جائے اور ڈکشنری (Dictionary) سے مدد حاصل کی جائے تو تمام رابطوں' واسطوں اور

وسیلوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، مجتہدین کرام، محدثین اُمت اور علمائے کرام سے مسائل معلوم کرنے اور دین سیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک سے بچنا چاہئے۔ اللہ کے بندہ کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حاجت مند اور محتاج ہونا چاہئے۔ یہی توحید کی حقیقت ہے۔ قرآن مکمل کتاب ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿**ولقد یسرنا القرآن للذکر**﴾۔ موجودہ دور کے اہلحدیث غیر مقلدین اور اہلِ قرآن فرقوں کی یہ تعلیمات، افکار و نظریات ہیں۔ ﴿☆☆☆﴾

اگر یہ کہا جاتا کہ ایمان لاؤ جیسا کہ قرآن میں ہے **امنوا کما فی القرآن** بڑا غضب ہوجاتا۔ اس لئے کہ قرآن سے ایمان لینے کے لئے ہم سب چلتے ہیں، ایمان لانا ہے۔ چلنے والے تو سب چل رہے ہیں قرآن ایک ہے لیکن چلنے والوں کی طبیعتیں مختلف ہیں، آرزوئیں مختلف ہیں، خواہشیں مختلف ہیں، ارادے مختلف ہیں، عزائم مختلف ہیں۔ اب وہ ان ارادوں کو لے کر کے لغت بغل میں دبائے۔ ایک کے بغل میں لسان العرب ہے، دوسرے کے بغل میں قاموس ہے۔ کسی کے پاس صراح ہے۔ تمام لغتوں کو بغل میں لے کر چلے قرآن کو سمجھنے کے لئے۔ اس لئے کہ اب انہیں قرآن ہی سے تو ایمان سیکھنا ہے۔ وہاں جب پہنچے تو ہمارا حال کیا ہوا؟ اس کی مثال بھی بتادوں ﴿**اقیموا الصلوۃ**﴾ کسی نے اُٹھا کر لغت دیکھا، صلوٰۃ کے معنی کیا ہیں؟ کہا **صلوٰۃ** کے معنی طلب رحمت کے ہیں لہذا طلب رحمت کرلیا کرو۔ خواہش بدلتی جارہی ہیں تو معنی بھی بدلتے جارہے ہیں۔ **صلوٰۃ** کے معنی دُعا کرنا ہے۔ **اقیموا الصلوٰۃ** کے معنی دُعا کرلیا کرو۔ کسی نے کہا **صلوٰۃ** کے معنی ارکان مخصوصہ کو ادا کرنا ہے تو ﴿**اقیموا الصلوۃ**﴾ کے معنی ارکان مخصوصہ کو ادا کیا کرو۔ کسی نے کہا **صلوٰۃ** کے معنیٰ استغفار کرنا ہے لہذا استغفار کرلیا کرو۔ کسی نے **صلوٰۃ** سے

مُراد درود شریف لے لیا۔غرض کسی نے کچھ' کسی نے کچھ' اپنی خواہش کے مطابق معنی اختیار کرلیا۔ اگرقرآن سے ایمان سیکھنے کے لئے قوم جاتی تو جتنے سَر ہوتے اتنے ہی مذہب ہوتے۔ قرآن نے احتیاط کیا کہ مجھ کومت سیکھو' اگرتمہیں سیکھنا ہےتو اُن سے سیکھو جوتم سے پہلے سیکھ چکے ہیں۔ یہ علمی رابطہ لگا ہوا ہے۔ اگرچہ قرآن عربی زبان میں ضرور ہےمگر عربی سیکھ کرقرآن سمجھ لینا ضروری نہیں ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عربی تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عربی تھے۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عربی تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ عربی تھے ...... باوجود یہ عربی ہونے کےقرآن سمجھنے کے لئےمحتاج تھے رسول عربیﷺ کے۔

کتاب اور صاحبِ کتاب :

بتاؤ کہ پہلے کتاب آئی یا پہلے رسول آئے ......یعنی پہلے سکھانے والا آیا پھر کتاب آئی اور جیسے جیسے لوگ سمجھتے جارہے ہیں ویسے ہی آیتوں کا نزول ہورہا ہے۔ ایسانہیں ہے کہ ایک بار ہی سب نازل کردیا گیا۔معلوم یہ ہوا کہ کتاب ایسی نہیں ہے جوعربی جان کرتم سیکھ لو۔ دُنیا کی ہرکتاب کا تم ترجمہ کرسکتے ہو۔ دُنیا کی ہرکتاب دیکھ سیکھ اور سمجھ سکتے ہومگر قرآن سمجھنے کے لئے صرف عربی ہی جاننا کافی نہیں ہے۔ مقام مصطفیٰ ﷺ کو بھی جاننا ضروری ہے۔ مقام کبریاء کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ بے شک قرآن مکمل کتاب ہے مگراس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے اور وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔ سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا' شناور کی ضرورت ہے۔ قرآن حفظ کے لئے آسان ہے کہ بچے بھی یاد کرلیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کے لئے۔ اسی لئے **'الذکر'** فرمایا گیا یعنی یادکرنے کے لئے آسان ہے۔ قرآن کے اصطلاحات کو جاننے کے لئے ہم سب کو بارگاہ نبوت میں پہونچنا ضروری ہے دیکھو یہ رابطہ لگا ہوا ہے رسول اللہﷺ سے صحابہ کرام نے سیکھا۔ صحابہ کرام سے

تابعین عظام نے سیکھا۔ تابعین عظام سے سے تبع تابعین نے سیکھا۔ تبع تابعین سے ائمہ مجتہدین نے سیکھا۔ اُن سے علمائے صالحین نے سیکھا۔ وہاں سے یہاں تک ایک رابطہ ہے' ایک تسلسل ہے سیکھنے سکھانے کا۔ اس کڑی سے دُور ہو جاؤ تو تم قرآن سے ایمان نہیں لے سکتے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا:

﴿ **اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاس** ﴾ اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! ایسا ایمان نہیں چاہئے جیسا تم پیش کر رہے ہو۔ ویسا ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔

صحابہ کرام کا ایمان : اب دیکھیں کہ یہ لوگ (صحابہ کرام) کیسا ایمان لائے۔ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اُن (منافقین) کے ایمان کو ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف صحابہ کرام کے ایمان کو رکھیں ......اب دیکھیں کہ دونوں کا ایمان کیسا ہے؟ یہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں وہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں' یہ بھی نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں' یہ بھی رکوع کی اقتداء کرتے ہیں وہ بھی کرتے ہیں۔ یہ بھی سُنّت رسول کو رکھتے ہیں وہ بھی سُنّت رسول کو رکھتے ہیں۔ یہ بھی عربی لباس میں نظر آ رہے ہیں وہ بھی عربی لباس میں نظر آ رہے ہیں۔ یہ بھی خدا کی کتاب کو مان رہے ہیں وہ بھی خدا کی کتاب کو مان رہے ہیں۔

آخر وہ کونسی بات ہے جو اِن صحابہ کرام میں ہے لیکن اُن ایمان کا دعویٰ کرنے والوں (منافقین) میں نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے تمہارا ایمان نہیں ہے ویسا ایمان لاؤ جیسا لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے۔ بات سمجھ میں ضرور آئے گی کہ جو چیز صحابہ کرام کے پاس ہے وہ چیز اُن ایمان کا دعویٰ کرنے والوں (منافقین) کے پاس نہیں ہے۔ کچھ ایسی چیز ہے جس کا تعلق نہ سُننے سے ہے نہ دیکھنے سے ہے جس کا تعلق سمجھنے سے ہے۔ وہ کونسی چیز ہے؟ وہ میرے رسول ﷺ کی محبت ہے ﴿ **اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاس** ﴾ ایسا ایمان لاؤ جیسا یہ لوگ ایمان لائے۔

﴿☆☆ لوگوں کو معیار حق قرآن نے بھی بتا دیا اور رسول ﷺ نے بھی بتا دیا۔ جو رسول ﷺ کی سُنّت پر چلے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سُنّت پر چلے گا وہی منزل تک پہونچ جائے گا۔ جہاں تک خلفاء راشدین مہدیین کے مقام کا تعلق ہے تو اُن کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے اس لئے حضور نبی کریم ﷺ نے اتباع میں اپنی سُنّت اور اُن کی سُنّت کو مساویانہ حیثیت دیتے ہوئے اپنی سُنّت کے ساتھ اُن کی سُنّت کو بھی لازم پکڑنے کا حکم دیا جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ حضور ﷺ ترجمانِ وحی ہیں اور آپ کی اطاعت کے بغیر وحی کا سمجھنا مشکل ہے اسی طرح صحابہ کرام تعلیماتِ رسالت کے ترجمان ہیں اور سنن نبویہ کا آئینہ۔ اُن سے رشتہ کاٹ کر از خود دربارِ رسالت تک رسائی ناممکن ہے اس لئے اُن کی اطاعت سے انحراف کرنے کی گنجائش نہیں ہے' نیز حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی اتباع کو لازم قرار دے کر یہ واضح فرمادیا کہ وہی حق کا معیار ہیں' اگر وہ کسی شئی کو اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے یہاں حسن اور جس چیز کو بُرا جانیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بُری قرار پائے۔ وہ خود ہدایت یافتہ اور حق پر ہیں اور دوسروں کو بھی حق پر چلانے والے ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ کے مطابق مخالفین ودشمنانِ صحابہ (غیر مقلدین) ضلالت وگمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں اور منزلِ ہدایت اُن سے بہت دور اور نظروں سے اوجھل ہوچکی ہے اس لئے وہ اپنے ذہنی انتشار اور پراگندہ مزاجی میں مبتلا ہیں۔ ☆☆﴾

انعام والوں کا ساتھ : یہ بہت آسان نسخہ ہے کہ لوگوں کے پیچھے کر دینا۔ بہت آسان ضابطہ ہے اور اس کو سمجھنا بھی آسان ہے مثال کے طور پر یہ آپ کا حیدرآباد شہر ہے یہاں سے کسی کو ریلوے اسٹیشن جانا ہے وہ آئے اور مجھ سے پوچھے۔ میں کہوں کہ جناب اِدھر سیدھے جا کر اُدھر اُلٹے ہاتھ مڑ جانا پھر سیدھے جانا پھر

دائیں مڑ جانا پھر سیدھے دائیں سے مڑ جانا۔ اُس کی عقل پر ہم نے بھروسہ کر کے راستہ بتایا' وہ کئی مرتبہ سوال کرتا گیا اور تشفی حاصل ہونے تک بار بار راستہ پوچھتا گیا مگر جہاں دایاں گھومنا تھا' وہ گھوم گیا بایاں۔ یہی دایاں بایاں گھوم کر رہ گیا اور ہماری ہدایت ورہنمائی کے باوجود منزل تک نہیں پہنچ سکا۔

منزل تک پہونچانے اور ہدایت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جناب تم اسٹیشن جارہے ہو' وہ دیکھئے معزالدین اشرفی بھی اسٹیشن جارہے ہیں راستہ اُن کو معلوم ہے اُن کے پیچھے تم چلے جاؤ......نہ دایاں بتایا نہ بایاں۔ آگے جانے والے کے پیچھے چلے جاؤ' اس کے سوا کچھ بھی نہیں بتایا۔ بس اتنا بتایا کہ قدم رُکنے نہ پائے' نظر ہٹنے نہ پائے۔ اب تم چلتے رہو نظر جمائے ہوئے' جدھر وہ مڑے تم بھی مڑ جانا وہ جدھر گھومے گھوم جانا' نہ سوچنا کدھر مڑنا کدھر نہ مڑنا۔ اب اس کے بعد ایک صاحب اور آئے اور کہا: مجھے بھی اسٹیشن جانا ہے۔ میں نے کہا' اُن کے پیچھے ایک صاحب جارہے ہیں تم اُن کے پیچھے چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا: حضور ! وہ تو خود بھی نہیں جانتے ہیں تب ہی تو آپ سے پوچھنے آئے تھے۔ میں کہوں گا راستہ تو نہیں جانتے تھے مگر جاننے والے کے پیچھے جارہے ہیں تم بھی پیچھے چلے جاؤ اور نصیحت بھولنا نہیں۔ نظر ہٹنے نہ پائے قدم رُکنے نہ پائے۔ تیسرا ملا' دوسرے کے پیچھے لگایا۔ چوتھا ملا' تیسرے کے پیچھے لگایا۔ پانچواں ملا' چوتھے کے پیچھے لگایا۔ اب دیکھو آپ کے پیچھے ایک جاہل بھی ہو تو چلا جائے' عالم بھی ہو تو چلا جائے۔ سمجھ دار ہو تو چلا جائے' ناسمجھ ہو تو چلا جائے۔ یہ پیچھے لگانے والا راستہ بڑا سیدھا راستہ ہے مگر اسی میں ایک سرپھرا بھی تھا کہا کہ ہم اگلے کے پیچھے نہیں جائیں گے۔ ہم نے کہا تھا کہ اگلے پر نظر جمائے رکھنا' وہ کہتا ہے ہمیں اگلے کی ضرورت نہیں' اِدھر اُدھر نظر پھیر لیا۔ جب اُس نے اِدھر اُدھر نظر پھیری تو پھر کیا ہوا؟ ہوا یہ کہ وہ خود بھی رہ گیا اور پیچھے والے بھی رہ گئے۔

اب میری نصیحت کو اپنے ذہن میں رکھئے گا اگر کسی کے پیچھے چلنا ہو تو اُس کے پیچھے چلو جو اگلے پر نظر جمائے ہوئے ہو، جو اگلے کے پیچھے چل رہا ہو۔ اور اگر جو اگلوں کا بھروسہ کھو بیٹھا ہو اُس کے پیچھے چلو گے تو نہ خود پہونچے گا نہ وہ تمہیں پہونچا سکے گا لہٰذا ﴿ **اٰمِنُوۡا كَمَآ اٰمَنَ النَّاس** ﴾ ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق قرآن نے بھی بتا دیا، رسول نے بھی بتا دیا۔
بات تو صاف ہوگئی کہ جو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت پر چلیں گے اور جو صحابہ کرام کی سُنّت پر چلیں گے وہی ہدایت یافتہ ہیں مگر ابھی مسئلہ حل نہیں ہوا، کیونکہ سبھی تو کہتے ہیں کہ ہم سُنّت رسول پر چلنے والے ہیں۔ آج ہم چودہ صدی پیچھے ہو چکے ہیں، عہد رسالت سے بہت دُور ہو چکے ہیں جو اتنی آسانی سے بارگاہ رسالت میں پہونچ کر کے ہر مسئلے کو حل کر لیا کرتے تھے وہ صحابہ کرام کا زمانہ تھا۔

قرآن ہمیں ہدایت وسلامتی کے راستے پر چلنے کی تعلیم دے رہا ہے، بندہ اپنے رب سے عرض کرتا ہے ﴿ **اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ** ﴾ اے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلا ﴿ **صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ** ﴾ اُن کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ اے رب انعام والوں کے راستے پر چلا۔ اب ہمیں انعام والوں کو سمجھنا ہے۔ انعام والوں کو کیسے سمجھیں، اس کے لئے دو لسٹ بنا لو ایک پر لکھو انعام والا **منعم علیهم**۔ دوسرے پر لکھو غضب والا **مَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ** یہ دو لسٹ بنا لو۔

اب انعام والوں کی تلاش کریں، میں اِس دَور کے انعام والوں کی بات نہیں کروں گا کہ فلاں شیخ انعام والا ہے۔ اس دَور کے انعام والوں کو بتاؤں تو یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ مان لیں۔ میں ایسے انعام والوں کو چُن چُن کر گناؤں گا جس کے انعام والا ثابت ہونے میں آپ کو شبہ بھی نہ ہو، مثال کے طور پر بولو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ کہاں رکھو گے۔ اہل سُنّت و جماعت کا ایسا کوئی فرد نہیں ہے

جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انعام والوں میں نہ رکھے۔ اہل سُنّت و جماعت کا ایسا کوئی فرد نہیں ہے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو **منعم علیھم** میں نہ رکھے۔

جو انعام والا ہے اُس کا راستہ **صراط مستقیم** ہے اور جو غضب والا ہے اُس کا راستہ **مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ** ہے، یہ قرآن نے طے کر دیا ہے۔ قرآن نے کہا ہے ﴿ **اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ** ﴾ اُن کے راستے پر چلا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اب کہو کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انعام والے ہیں کہ نہیں؟ یقیناً انعام والے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روش :

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روش کیا تھی؟ سیرت طیبہ کا آپ مطالعہ کرتے جائیں تو ایک ایک بات واضح ہوتی جائے گی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک طریقہ تھا کہ جب وہ سرکار عالم ﷺ کا نام سُنتے تو اپنے انگوٹھے کو بوسہ دے کر اپنے آنکھوں سے لگا لیا کرتے تھے۔ یہ کس نے کیا؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انعام والے نے کیا۔ یہ کس نے کیا؟ **مُنۡعِمۡ عَلَیۡهِمۡ** والے نے کیا۔ یہ کس نے کیا؟ اپنے وقت کے صدیق اکبر نے کیا۔

اب یہ اچھا کیا کہ بُرا کیا، یہ وہ جانے۔ یہ بدعت کیا کہ سُنّت کیا، یہ وہ جانے۔ شرک ہے یہ وہ جانے۔ یہ ایمان ہے کہ کفر ہے یہ وہ جانے۔ اب پوچھنا ہے تو اُن سے پوچھو، ہم تو اتنا جانتے ہیں یہ انعام والے نے کیا ...... **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اے رب، ہمیں ایمان والوں کے راستے پر چلا۔ اب جس نے حضور نبی مکرم ﷺ کا نام مبارک سُن کر بوسہ دیا وہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روش پر چلا۔ کسی بات پر عمل نہ کرنا اور ہے، خلاف آواز بلند کرنا اور ہے۔ جس نے اُن کے خلاف آواز

بلند کی یقیناً وہ ﴿مَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ﴾ ہے۔ اب جس نے آواز بلند کی تو زیادہ غصّہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُس کو بھی قریب بلالو اور پوچھو تمہارا نام کیا ہے وہ بھی لکھ لو۔ اگر وہ کہے کہ تم نے نام کیوں لکھا؟ کہو مجھے دو لسٹ تیار کرنی ہے ایک انعام والوں کی اور ایک غضب والوں کی۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

اے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلا جس پر تیرا انعام ہوا۔

﴿☆☆ حضرت آدم علیہ السلام کی سُنّت :

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد حضور سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ کا نورِ مقدس حضرت آدم علیہ السلام کی پشت اطہر میں دویعت فرمایا گیا۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ چمکنے لگا، فرشتوں کو حکم ہوا سجدہ کیجئے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ آدم کو سجدہ اس لئے ہوا کہ **کان فی جبھتہٖ نور محمدٍ** ﷺ اُن کی پیشانی میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ فرشتے اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں اور **سُبحان اللّٰہ سُبحان اللّٰہ** پڑھتے ہیں۔عرض کی یا اللہ۔ یہ فرشتے میرے پیچھے کیوں پھرتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ میرے حبیب کے نور کی زیارت کرتے ہیں۔ عرض کی یا اللہ! یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تا کہ فرشتے میرے آگے کھڑے ہوں۔لہذا وہ نور پیشانی میں رکھ دیا گیا۔ وہ نور پیشانی آدم میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس کی زیارت کرتے رہے۔حضرت آدم علیہ السلام نے خواہش ظاہر کی کہ میں بھی دیکھوں تو وہ نور اُن کی انگلی میں ظاہر ہوا۔ انھوں نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور کہا: **قُرةُ عینی بِكَ یا رسول الله** (روح البیان) ☆☆☆﴾

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روش :

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو انعام والا مانو گے کہ نہیں؟ یقیناً مانو گے۔ کون ہے وہ ایمان والا جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو انعام والا نہیں مانتا۔ اب مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث سُن لو' بہت مشہور ہے۔ جب حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر جنگ لڑ رہے تھے اور یہاں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ منبر رسول (ﷺ) سے آواز دے رہے ہیں **یا ساریه الجبل۔ یا ساریه الجبل** اے ساریہ پہاڑ کی طرف متوجہ ہوجاؤ' اے ساریہ پہاڑ کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ سینکڑوں میل سے آواز دے رہے ہیں دُور والے کو پکار رہے ہیں لفظ **یا** کے ذریعہ پکار رہے ہیں اور یہ سمجھ کر پُکار رہے ہیں کہ وہ سُن رہا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی دُور والے کو پُکارنا' لفظ **یـا** کے ذریعہ پکارنا' اور یہ سمجھ کر پُکارنا کہ وہ سُن رہے ہیں یہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا راستہ ہے' انعام والے کا یہ راستہ ہے **منعم علیهم** کا راستہ ہے۔ **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** اور لطف کی بات یہ ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آواز دی تھی تو سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے' صحابہ کرام کی مقدس جماعت تشریف فرما تھی' تابعین موجود تھے' سب خاموش تھے۔ کافروں کے مقابلہ میں تلوار کھینچ دینے والے اگر اس کو شرک سمجھتے تو جو تلوار قیصر وکسریٰ کے لئے نکل سکی تھی وہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے بھی نکل سکتی تھی **اللهم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه** سب خاموش ہوکر اجماع سکوتی فرمارہے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو کیا' بالکل ٹھیک کیا۔ اب نہ صرف فاروق اعظم کی سُنّت بلکہ سارے صحابہ کرام کی سُنّت ہوگئی' سارے صحابہ کی روش بن گئی' سارے تابعین

کی روش بن گئی۔ سینکڑوں میل دُور والے کو پکار الفظ **یا** کے ذریعہ پکارا اور یہ سمجھ کر پکارا کہ وہ سُن رہے ہیں۔ اچھا بات بھی کھل گئی کہ جب حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آئے تو کہے کہ ہم تو شکست کے قریب پہونچ چکے تھے مگر ایک آواز کانوں میں ٹکرائی **یا سارية الجبل' یا سارية الجبل** ۔ کیا کسی قوم نے اتنا بڑا کمانڈر ان چیف پیدا کیا ہے جو مدینہ منورہ میں ہو اور میدان جنگ میں کمانڈ کرے

اللهم صل علیٰ سيدنا محمد وعلیٰ آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

﴿☆☆ ندا ء یا رسول الله :

یَا پُکارنے کا کلمہ ہے اور پُکارنا چند مصلحتوں سے ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ نے کافروں کو بھی' مسلمانوں کو بھی' رسولوں کو بھی اور ہمارے حضور ﷺ کو بھی پُکارا' مگر ان چاروں کو پُکارنے کے الگ الگ مقصد ہیں۔ کافروں کو پُکارنا اظہار غضب کے لئے ہے' جیسے حاکم مجرم سے کہے' او بے ایمان' 'او غدار' وغیرہ۔ اور مومنوں کو پُکارنا غفلت سے جگانے کے لئے' سوتے کو پہلے جگا لیتے ہیں پھر کلام کرتے ہیں۔
انبیاء کرام کو پُکارنا اظہار کرم کے لئے' کیونکہ وہ حضرات ایک آن کے لئے بھی رب تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا ﴿**اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ**﴾ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں' نبی کریم ﷺ نے بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔ اس لئے اُن کا پُکارنا اظہار کرم کے لئے ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ اور نبیوں کو رب تعالیٰ نے نام لے کر پُکارا مگر ہمارے حضور ﷺ کو کہیں یا احمد' یا محمد کہہ کر نہیں پُکارا۔ جہاں پُکارا پیارے القاب سے پُکارا جیسے ﴿**یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ**﴾ ﴿**یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ**﴾ ﴿**یٰۤاَیُّهَا الۡمُزۡمِلُ**﴾ ﴿**یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِرُ**﴾ اس میں ہم غلاموں کو تعلیم ہے کہ جب ہم اُن کے رب ہو کر انہیں نام لے کر نہیں پُکارتے اور تم تو اُن کے

غلام، نمک خوار ہو، تمہیں نام لے کر پُکارنے کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ غرضکہ اس **یـا** میں بھی اظہارِ شانِ مصطفیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ محبوب ﷺ کی اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو کہا کریں گے کہ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ ان کا منہ بند کرنے کے لئے اپنے حبیب کو جگہ جگہ پُکارا تا کہ بتایا جائے کہ یہ تو میری سُنّت ہے۔ شرک کیسا؟

مصیبت میں زبان سے میری نامِ پاک کیا نکلا　　　مصیبت خود بنی میرا سہارا یا رسول اللہ

حضور ﷺ کو دور یا نزدیک سے پُکارنا جائز ہے اُن کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی، خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یا رسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے یا رسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔ (جآء الحق)

حضور ﷺ کو نداء کرنا قرآن کریم، فعل ملائکہ، فعل صحابہ کرام اور عمل اُمّت سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا **یـامـحمد اخبرنی عن الاسلام** نداء پائی گئی۔ مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا **یـامـحمد ان الله ارسلنی الیك** نداء پائی گئی۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر طالب دُعا ہوئے۔ اُن کو یہ دُعا ارشاد ہوئی **الـلهـم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمدٍ نبی الرحمة یـامـحـمـد اِنّیۡ قـد تـوجهـت بك الیٰ ربی فی حاجتی هذهٖ لتقضی اللهم فشـفـعه فیَّ** ۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور ﷺ نبی الرحمۃ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں توجہ کی تا کہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما۔

ابواسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ دُعا قیامت تک کے مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔
اس میں نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے مدد بھی مانگی ہے۔

ملّت مشائخ و بزرگان دین اپنی دُعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔
قصیدہ بُردہ میں ہے :

یااکرم الخلق مالی من الوذ بہٖ   سواک عند حلول الحادث العمم

اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں۔
امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں :

یارحمۃ للعٰلمین ادرک لزین العابدین

محبوس ایدی الظٰلمین فی موکب والمزدحم

اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو وہ اس ازدحام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے۔
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں :

یاسید السادات جئتکَ قاصداً   ارجو رضاکَ واحتمی بحماک

اے پیشواؤں کے پیشوا (اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے) میں دِلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔
آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں (آپ کی حمایت کا طلبگار رہوں)۔
ان اشعار میں حضور ﷺ کو نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے استعانت بھی اور یہ نداء دور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں **السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** یہاں حضور ﷺ کو پکارنا واجب ہے۔ ☆☆☆

اب یہاں سے ایک مسئلہ ملا۔ دُور والے کو پُکارنا' لفظ **یا** کے ذریعہ پُکارنا' یہ سمجھ کے پُکارنا کہ وہ سُن رہے ہیں یہ روش ہے انعام والے کی۔ اب اس کے بعد جو خلاف آواز بلند کرے یقیناً وہ **مغضوب علیھم** ہے یقیناً **ولا الضالین** ہے۔ اُن کا بھی نام لسٹ میں نوٹ کرلو تاکہ غضب والوں کی لسٹ تیار ہو جائے۔

پکارنے اور سُننے کا معاملہ : یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی آواز دُور تک پہونچانے کی طاقت تھی' تمہاری کیا طاقت؟ اُن کی بات اور ہے' وہ پہونچانے کی طاقت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے آواز دی تھی۔ تم تو پہونچانے کی طاقت نہیں رکھتے' اس لئے تمہیں آواز دینا کچھ مقبول نظر نہیں آتا۔

سُننے کا فلسفہ کیا ہے؟ سُننے کے فلسفہ میں کبھی آپ کی سماعت کمزور ہوتی ہے مگر ہماری گویائی تیز ہوتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے ہماری گویائی کمزور ہوتی ہے مگر آپ کی سماعت تیز' اس لئے آپ سُنتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معاملہ دونوں طرف برابر گویائی ادھر تیز' سماعت اُدھر تیز۔ پکارنے کا معاملہ جو ہے وہ سُننے کا بھی ہے۔

وہ تو ٹھیک ہے کہ تم کہتے ہو کہ تمہاری گویائی کیا؟ پھر مدینہ والے کی کمزوری کیسی؟ ہم تو اس رسول کو پکارتے ہیں جو عرش کی سُن رہا ہے۔ ہم اس رسول کو پکارتے ہیں جس کی سماعت کا کچھ اندازہ ہی نہیں۔

احادیث میں آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنے سدرہ سے اُترنے کا ارادہ کرتے ہیں تو حضور نبی کریم ﷺ خوشبو محسوس کرتے ہیں' ابھی سدرہ سے چلنے والا چلا بھی نہیں صرف ارادہ کیا اور یہاں خوشبو کا عرفان۔

☆☆☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سُنتے

اِنّی اَریٰ مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ (ترمذی' مشکوٰۃ)

جس نے مدینہ منورہ سے حضرت اویس قرنی کے ایمان کی خوشبو یمن سے پالی ۔۔
حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں یمن سے بوئے محبت پاتا ہوں ۔ (روح البیان)

رہتے تھے قرن میں آنکھیں تھی مدینے میں　　　ایک ایسا بھی عاشق تھا انجان محمد کا (ﷺ)

نسیم الریاض شرح شفا شریف قاضی عیاض میں ہے **الانبیاء علیهم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر والوطنهم وقواهم الروحانية ملكية لذا نرىٰ مشارق الارض ومغاربها وتسمع میط السماء وتشم رائحة الجبرئيل اذا اراد النزول عليهم** یعنی انبیاء کرام اپنے ظاہری اجسام کے لحاظ سے آدمیوں کے ساتھ نظر آرہے ہیں مگر ان کا باطن اوران کی روحانی قوتیں مَلکی ہیں ۔ ملکُوتی شان رکھتی ہیں اسی لئے یہ زمین کے مغربوں کوبھی دیکھ رہے ہیں اور زمین کی مشرقوں کوبھی دیکھ رہے ہیں شمال، جنوب، مشرق، مغرب کوئی بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہے اور یہی قوت مَلکیہ ہے جس کی وجہ سے یہ آسمان کی چڑ چڑاہٹ کی آواز کو سُنتے ہیں ۔ یہی قوت مَلکیہ ہے جس کی وجہ سے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام سدرہ سے نازل ہونے کے لئے اِرادہ کرتے ہیں تو یہ سونگھ لیتے ہیں کہ وہ آرہے ہیں ۔
بہرحال حضرت جبرئیل علیہ السلام جب سدرہ سے انبیاء پر نزول کا ارادہ فرماتے ہیں تو یہ سُونگھ لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ وہ آرہے ہیں ۔ سدرہ کتنے اُوپر ہے؟ یہاں سے پہلے آسمان کا جوراستہ ہے وہ پانچ سو برس کا راستہ ہے اور آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو برس کے راستہ کی ہے ۔ اوراب معلوم نہیں کہ پانچ سو برس کا راستہ کس سواری کا ہے ۔اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی، بہرحال پانچ سو برس کا راستہ ہے تو گویا ایک ہزار برس کا راستہ یہ آسمان اور ایک ہزار برس کا راستہ دوسرا آسمان، تو سات آسمان تک سات ہزار برس کا راستہ اور اس کے اُوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے ۔ وہاں سے ابھی ارادہ کیا، چلے نہیں بلکہ صرف ارادہ کیا، اور یہاں پتہ چل گیا ۔جب وہ ارادہ کو سمجھ لیتے ہیں تو اگر ہم یاد کریں تو اُسے کیسے نہ سُنیں گے ۔

دوررونزدیک کے سُننے والے وہ کان　　　کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی معمولی سی آواز کو سُنا، بیشک یہ

آپ کا بہت بڑا معجزہ ہے مگران کانوں کے قربان، جنھوں نے اپنی والدہ کے شکم اطہر میں قلم قدرت کے چلنے کی آواز کوسُن لیا۔ امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ میں چاند کے زیرعرش سجدہ کرنے کے دھاکے کوسُنتا ہوں۔ (جامع الصفات)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص ایسانہیں کہ جومجھ پر درود پڑھے مگراسکی آواز مجھے پہنچتی ہے (یعنی میں اس کی آواز کوسنتا ہوں) چاہے وہ کہیں ہو۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! وفات کے بعد بھی (سنوگے) فرمایا: وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے زمین پر انبیاء کے جسموں کوکھانا۔ **ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء ۔** (جلاءالافہام)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ البتہ بیشک میں لوح محفوظ پر چلتی قلم کی آوازسنتا تھا حالانکہ میں ماں کے شکم اطہر میں تھا (نزہۃ المجالس)

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث اور شارح بخاری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسی بیماری لگ گئی، جس کا علاج کر کے طبیب ومعالج تھک گئے اورانہوں نے اس بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا۔ فرماتے ہیں کہ ۲جمادی الاولیٰ ۸۹۳ ہجری کی اٹھائیسویں شب کو میں نے مکہ معظّمہ میں مغیث الکونین ﷺ سے (**فَاسْتَغَثْتُ بِهٖ** ﷺ) فریاد کی اور مدد چاہی۔ دیکھئے امام قسطلانی تین سومیل دور مکہ معظّمہ میں بیٹھ کرحضور ﷺ سے مدد مانگ رہے ہیں اور بیماری کے ازالہ کے لئے فریاد کررہے ہیں اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ مسلمان کا ایمان ہی یہ ہے کہ :

فریاداُمتی جوکرے حال زار کی   ممکن نہیں کہ خیرالبشرکوخبر نہ ہو ☆☆☆

تم رسول کی سماعت کواپنی سماعت پر قیاس کرتے ہو مجھے رسولﷺ کی سماعت پر ایک واقعہ یادآیا۔ قرآن میں ایک واقعہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جواپنے لشکر

کے ساتھ جا رہے تھے ایک جنگل سے اُن کا گذر تھا تو ایک چیونٹی نے اپنے خاندان قبیلہ والی سے کہا: اے چیونٹیو ! اپنے اپنے مسکنوں میں چلے جاؤ۔ اپنی اپنی بلوں میں چلے جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کہیں تمہیں کچلنے نہ پائے' نادانستہ طور پر انہیں شعور نہ ہو کہ انہیں سمجھ نہ ہو وہ ایسے ہی کچل دیں گے' لہذ ا چلے جاؤ! تو حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی اس آواز کو سُن کر مسکرائے تھے۔

مفسرین کہتے ہیں کہ تین میل سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی آواز سُن لی تھی۔ تم کان میں رکھ کر ہی سُن لو۔ ذرا غور تو کرو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تین میل سے سُن رہے تھے۔ دیکھا تم نے نبوت کی سماعت؟ نبوت کی سماعت کو اپنی سماعت پر قیاس نہ کرو۔ نبوت کی عقل کو اپنی عقل پر قیاس نہ کرو۔ نبوت کے عزم کو اپنے عزم پر قیاس نہ کرو۔

تعجب تو یہ ہے کہ تین میل دُور سے چیونٹی نے کیسے سن لیا۔ کیا تین میل سے ہمیں آواز آ سکتی ہے؟ جب ہمیں سُنائی نہیں دیتا تو یہ چیونٹی نے کیسے سن لیا؟ اللہ وہ قادر مطلق ہے کہ اگر سُنانا چاہے تو چیونٹی کو سُنا دے۔ اگر سکھانا چاہے تو چیونٹی کو سکھا دے۔ اگر میرے محبوب کو سُنا دے تو کیا بڑی بات ہے۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

حضور ﷺ دُرود شریف کو سُنتے ہیں : دلائل الخیرات میں یہ حدیث ہے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ جو درود شریف آپ پر بھیجتے ہیں کیا آپ اس کو سماعت فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل محبت کے دُرود کو میں خود سنتا ہوں اور اُن کو پہچانتا بھی ہوں اور دوسرے کا بھی درود لوٹایا نہیں جائے گا وہ بھی پہونچایا جاتا ہے۔ دیکھو ! جب محبت والا دُرود پڑھتا ہے تو حضور ﷺ سُنتے ہیں اور ویسے پڑھو تو پہونچایا جاتا ہے۔ یہاں یہ نہ سمجھنا کہ جو محبت سے نہیں پڑھتا حضور ﷺ اُس کو نہیں

سُنتے ہیں ، جومحبت سے پڑھتا ہے اُس ہی کو سُنتے ہیں ، یہ بات نہیں ہے ،محبت والا بھی یہیں بیٹھا ہوا ہے اور جومحبت سے نہیں پڑھ رہا ہے وہ بھی یہیں بیٹھا ہوا ہے۔ دونوں پڑھ رہے ہیں تو یہ کیا بات ان کی سُنیں اُن کی نہ سُنیں ۔ جب قریب ہی میں بیٹھتے ہیں تو اُن کی سُنیں ٗان کی نہ سُنیں ٗ یہ کیا مطلب؟ نہیں ! نہ سُننے کا ایک محاورہ والا انداز ہے ، جیسے ہم تمہاری نہیں سُنتے ۔ مطلب یہ ہے جومحبت میں درود پڑھتا ہے رسول ﷺ ادھر خاص توجہ فرماتے ہیں اور جو یونہی پڑھتا ہے اُس کو بھی پڑھنے کا ثواب مل ہی جاتا ہے۔
بارگاہ رسالت ﷺ میں درود شریف کو پیش کرنے کے پانچ طریقے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ حضور ﷺ خود سُنتے ہیں اور ایک فرشتہ بارگاہ رسالت میں مقرر ہے جس کو ساری کائنات کی سُننے کی سماعت دی گئی ٗ کہیں بھی کوئی درود شریف پڑھتا ہے وہ کہتا ہے اے اللہ کے رسول ﷺ فلاں ابن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ اور کچھ گشتی فرشتے ہیں ، جب حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا جاتا ہے تو فوری بارگاہ رسالت میں پہونچا دیا جاتا ہے۔

ہرانسان کے ساتھ پانچ فرشتے ہر وقت رہتے ہیں۔ دو کو تم سب جانتے ہیں نیکی لکھنے والا اور ایک بدی لکھنے والا مگر ایک فرشتہ ہے پیشانی کے سامنے ، ایک فرشتہ ہے سینے کے سامنے ، ایک فرشتہ ہے پشت کے اُوپر ، دائیں والا نیکی لکھتا ہے ، اور بائیں والا برائی لکھتا ہے ، سامنے والا نیکیوں کی ترغیب کرتا ہے ، پیچھے والا برائیوں سے روکنے کی تلقین کرتا ہے ، اور پیشانی کے سامنے والے کی یہ خدمت ہے کہ درود شریف پڑھو تو بارگاہ رسالت میں پہونچا تا ہے۔ ایک وقت درود شریف پڑھا تو بارگاہ رسالت میں شور مچ گیا۔ پیشانی والا بھی لے جارہا ہے۔ گشتی بھی پہونچا رہے ہیں۔ جو بارگاہ رسالت میں ہے وہ بھی پہونچا رہا ہے۔ روز کے اعمال کے ساتھ بھی پہونچ رہے ہیں۔ ہفتہ والے اعمال کے ساتھ بھی پہونچ رہے ہیں۔ اتنا پہونچ رہے ہیں ،

اتنی پیشی پر پیشی ہو رہی ہے۔لوگ کہتے ہیں جب حضور ﷺ خود سُنتے ہیں تو پیشی کیوں ہوتی ہے؟ برطانیہ میں بھی ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ جب حضور ﷺ سُنتے ہیں تو پیشی کیوں ہوتی ہے؟ میں نے پوچھا جب خدا سب کچھ جانتا ہے تو فرشتے لکھتے کیوں ہیں؟ اور لکھ کر لیجاتے کیوں ہیں؟ وہاں پیشی کیوں ہوتی ہے؟ اُس نے کہا اس میں خدا کی حکمت ہے، ہم نے کہا: اُس میں بھی خدا کی حکمت ہے۔ یہ تو اعزاز کی بات ہے کہ حضور ﷺ سُن بھی رہے ہیں اور فرشتوں کی زبان پر اُن کے چاہنے والوں کا نام بھی آ رہا ہے۔ بار بار رسول ﷺ کی بارگاہ میں تمہارا نام لیا جا رہا ہے۔ یہ بڑے اعزاز کی بات ہے اور اس کو تم ادنی علم کی بات سمجھ رہے ہو۔

اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا' اُن کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ بولو! سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ انعام والے ہیں کہ نہیں؟ یقیناً ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا انعام والے ہیں کہ نہیں؟ یقیناً ہیں۔ خود رسول خدا ﷺ کو لسٹ میں رکھو گے؟ ہمیں تو دو لسٹ تیار کرنی ہیں تو انعام والوں کی لسٹ میں سب سے پہلے اللہ کے رسول کو رکھو۔ یہ انعام والے ہیں تو اے اللہ ہمیں اُن کے راستے پر چلا۔

☆☆☆ قیام تعظیمی اور دست بوسی :

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ، سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتیں **فاخذت بیدہٖ وقبلتہ' واجلستہ' فی مجلسھا** اور وہ آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر چومتیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں اور جب سیدہ آستانہ رسالت ماب پر حاضر ہوتیں **واخذ بیدھا وقبلھا واجلسھا فی مجلسہٖ** تو آپ بھی اُن کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (ابوداؤد' مشکوۃ' مدارج النبوۃ' حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے، مگر ہم اس سے پہلے آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔ کسی نے کہا، یہ اللہ کے رسول جلوہ گر ہیں۔ **فاخذنا بیدیه ورجلیه فقبلنٰهما** تو ہم نے حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا۔ (الادب المفرد)

معلوم ہوا کہ سرکار دو جہاں ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنا صحابہ کی سُنّت ہے اور آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دینا بھی صحابہ کی سُنّت ہے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جب روضہ پاک پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہو تو ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑے ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ (عالمگیری باب زیارت قبر النبی کتاب الحج)

☆☆☆

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روش :

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی یہ عادت کریمہ تھی کہ جب اللہ کے رسول ﷺ اُن کے دولت کدہ پر تشریف لے جاتے تو وہ فرطِ عظمت سے کھڑی ہو جاتیں۔ میرے رسول ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ جب فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ کے دولت کدہ پر تشریف لے جاتیں تو اللہ کے رسول ﷺ فرطِ محبت سے کھڑے ہو جاتے۔

ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گئے، اب اگر کوئی اسلام کی نجات کے بارے میں آ کر سوال کر دیا تو کیا آپ نے جواب سوچ لیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم نے سب سمجھ لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرطِ مسرت میں کھڑے ہو گئے۔

قیام کی تقسیم : اب قیام کی تقسیم کرتے جاؤ۔ ایک ہے قیامِ مسرت۔ ایک ہے قیامِ عظمت۔ ایک ہے قیامِ محبت۔ قیامِ عظمت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سُنّت۔ قیامِ مسرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سُنّت۔ قیامِ محبت رسول اللہ ﷺ کی سُنّت۔

اللہ کی بارگاہ میں جو آپ کھڑے ہوتے ہیں اس کا نام ہے قیامِ عبادت۔
کسی اپنے محبوب یا دوست کی آمد پر آپ کھڑے ہوتے ہیں تو اس کا نام ہے قیامِ مسرت ' قیامِ محبت۔
قیام عظمت بھی غیر خدا کے لئے کیا گیا' قیام مسرت بھی غیر خدا کے لئے کیا گیا۔ مگر ایک نیا قیام بھی ایجاد ہوا ہے اس کا نام میں رکھتا ہوں 'قیامِ فرار'۔ قیامِ فرار اس وقت ہوتا ہے جب اللہ کے رسول ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور کچھ لوگ بھاگنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ یہ بھی قیام ہے کہ بغیر کھڑے ہوئے بھاگ بھی تو نہیں سکتے ہیں۔ اگر عظمت کے لئے کھڑا ہونا ناجائز تو بھاگنے کے لئے کھڑا ہونا کب جائز؟

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

دورانِ حج تعظیم کے مظاہرے : یہ حاجی صاحبان حج کے لئے گئے ہیں اور وہاں زمزم شریف پیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ آبِ زمزم بیٹھ کر پیا یا کھڑے ہو کر پیا؟ زمزم شریف کا پانی یہاں آتا ہے تم بیٹھ کر پیتے ہو یا کھڑے ہو کر پیتے ہو؟ اگر دوسرا پانی کھڑا ہو کر پیوں تو کہیں گے کہ پانی پینا بھی نہیں آتا' بیٹھ کر پیو ...... مگر یہ زمزم کھڑے ہو کر پیتے ہو۔ یہ قیام کیسا؟ کہا کہ زمزم کی تعظیم کے لئے۔
زمزم خدا نہیں ہے غیر خدا ہے۔ غیر خدا کے لئے قیام تعظیمی وہ بھی خدا کے گھر میں؟ غیر خدا کے لئے قیام تعظیمی وہ بھی حرم کی مقدس زمین پر؟ غیر خدا کے لئے قیام تعظیمی وہ بھی کعبے کے سامنے؟ ذرا غور کرو! زمزم کے لئے تو کھڑے ہو جاؤ اور ساقی کوثر کے لئے کھڑا ہونے پر پیشانی پر شکن پڑ جائے۔ تم نے رسول ﷺ کو سمجھا ہی نہیں۔

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

اب اگر کوئی حاجی آ کر کہے کہ غیر خدا کے لئے قیامِ تعظیمی شرک ہے تو کہنا کہ تم حاجی

بن کرنہیں آئے بلکہ مشرک بن کرآئے ہیں۔ وہاں آپ یہی کر کے آئے ہیں۔

اچھی طرح سمجھو کہ قیامِ مسرّت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سُنّت' قیامِ تعظیمی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سُنّت' قیامِ محبت رسول اللہ ﷺ کی سُنّت۔ چاہے قیامِ مسرت کہو' چاہے قیامِ عظمت کہو' چاہے قیامِ محبت کہو ...... یہ راستہ ہے انعام والوں کا۔ یہ راستہ ہے **منعم علیهم** کا۔ اگر اس میں اب بھی خامی ہے تو اُن سے پوچھو' ہم تو پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ ﴿ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** ﴾ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ اُن کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی روش :

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اور امتحانِ محبت :

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ یہ تو انعام والے ہیں' انعام والے کی روش دیکھیں اور دُعا کریں کہ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ اُن کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ڈوبا ہوا سورج واپس پلٹانا (ردّ الشمّس) بھی ہے۔ جنگ خیبر سے واپسی پر رد الشمّس کا عظیم معجزہ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے رونما ہوا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا امتحان بہت سخت تھا عبادت کو محبت پر رکھ دیا۔ سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ محبت پہلے ہے عبادت بعد میں ہے۔

حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خیبر کے قریب منزل صہبا پر حضور نبی کریم ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جماعت میں شامل نہ ہونیکی وجہ سے ابھی نماز ادا نہیں کی تھی کہ حضور ﷺ اُن کی آغوش میں اپنا سر مبارک رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ دیگر صحابہ کرام بھی نماز پڑھ چکے ہیں صرف حضرت علی مرتضٰی

رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تھا اور وہ بڑے کشمکش میں پڑے ہوئے ہیں اِدھر سورج ڈوب رہا ہے اور عصر کا وقت جا رہا ہے۔قرآن پکار رہا ہے کہ علی نماز پڑھو اسلام کا فرض آواز دے رہا ہے کہ علی نماز پڑھو اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوچ رہے ہیں کہ اگر سر مبارک ہٹا دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی راحت میں فرق آ جائے گا' اب کیا کریں۔

راحتِ رسول کا خیال کریں کہ اپنی عبادت کا خیال کریں۔ یہ سوچتے رہے مگر اللہ کے رسول وہ ہیں کہ جس کی آنکھ سو رہی ہے تو اُن کا دِل بیدار ہے وہ بھی اپنی نیند کو طویل فرما رہے ہیں تا کہ آج علی کا مکمل امتحان ہو جائے۔سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکمل امتحان ہو رہا ہے اور سرکار رسالت ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ نماز عصر کا وقت گزر رہا ہے جو سب نمازوں سے افضل ہے اور جس کی تاکید قرآن مجید میں بتکرار عطف فرمائی ﴿**حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى**﴾ (بقرہ/۲۳۸) نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔

﴿☆☆ فائدہ: خندق کے دن خود رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر کے فوت ہو جانے پر کفار کے واسطے یہ دُعا فرمائی: **حبسونا عن صلوة الوسطے صلوة العصر ملاء اللہ بیوتھم وقبورھم نارا** ان کفار نے ہم کو نماز وسطیٰ یعنی نماز عصر سے روکا' اللہ تعالیٰ اُن کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔ ☆☆﴾

باوجود اتنی تاکید کے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عمداً نماز عصر کو اس خیال سے ترک کیا کہ اگر میں اپنا زانو ہلاؤں گا تو حضور نبی کریم ﷺ کی نیند میں خلل آ جائے گا لہذا آپ نے محض حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے باعث زانو کو نہ ہلایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے فیصلہ کرلیا کہ محبت پر داغ نہ لگنے دوں گا۔محبت کو مجروح ہونے نہ دوں گا' اپنی عبادت جانے دو' قضاء کرلوں گا' عبادت کی قضا ہے' محبت کی قضاء کہاں ہے۔ سورج کوڈوبنا تھا ڈوب گیا۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوعبادت کے جانے کا رنج بھی تھا کیونکہ اُن کی عبادت تو ضرب المثل ہےاور ہمارے لئے وہ مشعل حیات ہیں۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوعبادت کے جانے کا دَرد تھا آنکھوں میں آنسو آ گئے اور جب آنسو ٹپکے تو چہرہ نبیﷺ پر گرے۔ اللہ اکبر! محبت والوں کے آنسو کی قیمت کیا ہے اورگرنے کے لئے ایسی جگہ کسے ملتی ہے۔ جب اللہ کے رسول بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی مرتضیٰ مضطرب نظر آرہے ہیں پریشان نظر آرہے ہیں فرمایا کہ علی کیا معاملہ ہے؟ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز فوت ہو جانے کا حال عرض کیا تو آپ نے دُعا فرمائی: اے اللہ ! علی' تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا لہذا تو سورج کو لوٹا دے تا کہ وہ اپنی نمازعصر ادا کر لے۔ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ عبادت چھوٹ رہی ہے مگر ترکِ عبادت' اطاعت بن گئی۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پراور زمین پر ہرطرف دھوپ پھیل گئی۔سیدنا علی مرتضیٰ نے نہایت تسکین کے ساتھ نمازعصر ادا کی پھرسورج حسب معمول غروب ہوگیا۔ (مدارج النبوۃ)

مولاعلی نے واری تیری نیند پرنماز اور وہ بھی عصرسب سے جواعلیٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

لوگ واقعی کہتے ہیں کہ گیا وقت پھرنہیں آتا مگر یہ کیسا رسول ہے جو گئے ہوئے زمانے کو پلٹا رہا ہے۔میں نے یہ سوچا کہ حضورﷺ کو اتنی تکلیف کی کیا ضرورت تھی قضاء کا حکم فرمادیتے کہ تم نے کوئی غلطی نہیں کی تھی اللہ کے رسولﷺ کی اطاعت میں تھے جاؤ قضا پڑھ لومگر نہیں کہا۔اس لئے کہ علی تم نے اپنی عبادت کو میری محبت پر قربان کی ہے

تمہیں وہ صلہ دوں گا، تمہیں وہ اجر دوں گا جو بے نظیر و بے مثال ہے۔ میں سورج کو پلٹا کر ادا پڑھواؤں گا تا کہ دُنیا میری محبت کو بدنام نہ کرے۔ اے علی اگر آج تم نے قضا پڑھ لی تو دُنیا کے لئے یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ رسول کی محبت نے نماز قضاء کرادی۔ رسول کی محبت نماز ادا پڑھاتی ہے چاہے اس کے لئے سورج کو پلٹنا پڑے۔ ☆☆﴾ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حدیث صحیح و حسن قرار دیا۔ امام ابوجعفر طحاوی، امام حاکم، قاضی عیاض مالکی، خطیب بغدادی، امام جلال الدین سیوطی، علامہ ابن یوسف دمشقی، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام طبرانی، امام قسطلانی، امام ابن عبدالباقی رحمۃ اللہ علیہم جیسے محدثین و شارحین نے اس حدیث کو نقل کیا اور ان کی اسناد کو ثقہ قرار دیا ہے۔

منکرِ معجزات، نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر ابوعدنان سہیل لکھتا ہے:

> ' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر قضا ہونے پر آفتاب کا واپس لوٹ آنا بھی قطعی جھوٹ اور اہل تشیع کا گھڑا ہوا افسانہ ہے'
>
> **(أسباب انتشار البدع والضلالات فی الاسلام)**

سارا جہاں حضور ﷺ کا اُمتی ہے اور سب جن وانس فرشتے، شجر و حجر پر حضور ﷺ کی اطاعت واجب و لازم ہے اسی لئے اونٹوں، بکریوں، شجر، حجر، چاند، سورج ...... نے بھی حضور ﷺ کی اطاعت کی، حضور ﷺ کے فرمان پر سورج لوٹا، اشارہ پر چاند پھٹا، حکم پر جانوروں کنکروں پتھروں لکڑیوں نے کلمہ پڑھا۔

ایک پیالہ پانی میں یہ انگلیاں رکھ دی گئیں تو ہر انگلی سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ انگلی شریف کے اشارہ سے چودھویں رات کا چاند چر گیا، انگلی شریف کے اشارہ سے ہی ڈوبا ہوا سورج واپس ہوا۔ ☆☆☆﴾

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب وتواں تمہارے لئے

کافروں کے گھیرے میں پُرسکون نیند : سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک جگہ جان کا معاملہ پیش آیا تھا۔ یہاں امر کا معاملہ پیش آیا ہے۔ حضور سیدالمرسلین نبی کریم ﷺ خود ہجرت کئے اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر مبارک پر سُلا دیئے۔ بڑا نظر ناک بستر تھا، کافروں کے گھیرے میں تھا، دشمنوں کے سایہ میں تھا مگر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ بڑے اطمینان سے آرام فرمارہے ہیں۔

عالمِ خیال میں معروضہ پیش کیا کہ حضور ذرا بیدار رہیئے، کافرین تلوار لے کر کھڑے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی نقصان پہونچے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی جان کام آجائے۔

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ارے نادان یہ چودھویں صدی کا عقیدہ ہوسکتا ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آج مجھے موت نہیں آسکتی۔ آج میرے گلے پر تلوار نہیں چل سکتی، اس لئے کہ میرے محبوب نے کہا ہے اے علی تمہیں اس لئے روک رہا ہوں تا کہ تم امانت دے دو، پھر مل جانا۔ جب تک میں امانت نہ دے دوں، جب تک میں حضور ﷺ سے نہ مل جاؤں سب کچھ ہوگا مگر موت نہیں آئے گی۔ زمانہ میں انقلاب آسکتا ہے مگر رسول کی بات ٹل نہیں سکتی۔ رسول کی زبان نہیں ٹل سکتی۔

میں نے عالمِ خیال میں سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے پھر معروضہ پیش کیا کہ عبادت آپ کی عادت ہے، آپ نماز پڑھیے، ہوشیار رہیے، بیدار رہیے، نفل پر نفل پڑھنے کی عادت ہے آج آرام کیوں فرمارہے ہیں، آج کیوں سورہے ہیں؟

سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آج مجھے حضور ﷺ نے اپنے بستر پر سُلایا ہے۔ یہ سونے میں جو حقیقت ہے وہ جاگنے میں نہیں ہے **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه**

ارے نادان ! تو حقیقت بھی نہ سمجھ سکا، مجھے تو آج سونا ہی چاہیے، اگر میں جاگا وہ تو میری عبادت کی وجہ سے جاگنا ہوگا مگر چودھویں صدی کے یہ نادان کیا سمجھیں گے؟

یہ سمجھے گا کہ علی (رضی اللہ عنہ) ڈر رہے تھے' عبادت کے بہانے جاگتے رہے مگر شیرِ خدا بستر پر سو کر بتا رہا ہے کہ یہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ **اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ۔**

محبتِ رسول' جان پر بھی مقدم ہے اور عبادت پر بھی مقدم ہے۔ اب اگر کوئی انسان نقشہ تبلیغ لے کر آئے جہاں نماز ہو' روزہ ہو' حج ہو' زکوۃ ہو' کلمہ پڑھتا ہو مگر محبت کا کوئی خانہ نہ ہو' عشقِ رسول کا کوئی خانہ نہ ہو تو سمجھ لینا کہ یہ انعام والوں کا راستہ نہیں۔ انعام والوں کا راستہ یہ ہے کہ پہلے رسول سے محبت پیدا کرو تب عبادت میں رعنائی آئے گی' تب عبادت میں تابانی آئے گی۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روش :

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ انعام والے ہیں کہ نہیں؟ یقیناً ہیں۔ سیدنا امام شافعی' سیدنا امام مالک اور سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ماننے والے یعنی شافعی' مالکی اور حنبلی حضرات یہ سیدنا امام اعظم سے مسئلہ میں اختلاف ضرور رکھیں گے مگر انعام والے سبھی مانیں گے' اس لئے کہ عقیدہ سب کا ایک ہی ہے۔ مذہب میں اگر اختلاف ہو تو دِین نہیں بنتے۔ دِین مختلف ہوتے ہیں عقیدہ کے اعتبار سے۔ (یعنی عقیدے اگر الگ ہو جائیں تو دِین بھی الگ ہو جائے گا)۔ اہل سُنّت و جماعت (حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی) کا عقیدہ ایک ہے' حلال وحرام کی اگر تفریق ہو تو وہ ایک الگ چیز ہے مگر جہاں تک عقیدہ کا سوال ہے جو امام اعظم کا عقیدہ ہے وہی امام احمد بن حنبل کا عقیدہ ہے۔

سراج الامت امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب ہماری حد وعدّ سے باہر ہیں۔ حضور مخبر صادق نبی کریم ﷺ کا زندۂ جاوید معجزہ اور باب العلم امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نہ مٹنے والی

کرامت ہیں سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ۔ اُمت مصطفویہ کے چراغ، دینی مشکلات کوحل فرمانے والے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی اور فضیلت نہایت اہتمام سے بیان فرمائی، چنانچہ مسلم و بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابونعیم شیرازی، طبرانی نے قیس ابن ثابت ابن عبادہ سے روایت کی۔

لوكان الايمان عند الثريا لتناوله' رجال من ابناء فارس وفى رواية البخارى والمسلم والذى نفسى بيده لوكان الدّين معلقًا بالثريا لتناوله' رجل من فارس

اگر ایمان ثریا تارے کے پاس ہوتا تو فارسی اولاد میں سے بعض لوگ وہاں سے لے آتے۔ مسلم بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ قسم اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر دین ثریا تارے میں لٹکا ہوتا تو فارس کا ایک آدمی اُسے حاصل کرلیتا۔

بتاؤ فارسی النسل میں اس شان کا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوا کون ہوا؟

اب اس انعام یافتہ (سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ) کی روش ملاحظہ فرمائیں، اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں:

یاسید السادات جئتكَ قاصداً ارجو رضاكَ واحتمى بحماك

اے پیشواؤں کے پیشوا (اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے) میں دلی قصد سے آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں۔

آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں (آپ کی حمایت کا طلبگار ہوں)۔

ان اشعار میں حضور ﷺ کو نداء بھی ہے اور حضور ﷺ سے استعانت بھی' اور یہ نداء دُور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں **السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته** یہاں حضور ﷺ کو پکارنا واجب ہے۔ اے سیدوں کے سردار ہم آپ کی بارگاہ میں با مقصد آئے ہیں ہم آپ کی بارگاہ میں فرط رحالت لے کر آئے ہیں۔ ہم تمہاری رضا کے طلب گار ہیں ہم آپ کی حمایت چاہتے ہیں۔

جو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بالقصد چلتا ہے وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی راہ پر چلتا ہے۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کا طالب ہو' وہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی راہ پر چلتا ہے' وہ انعام والوں کی راہ پر چلتا ہے۔ اب جو کوئی اس کے خلاف آواز بلند کرے یقیناً وہ ﴿**مغضوب عليهم ولا الضالين**﴾ ہے۔

سيد السادات کے معنی جانتے ہو کیا ہیں؟ سید کہتے ہیں (**الذی يرجع قضاء**) تکلیفوں میں اس کی پناہ ڈھونڈی جاتی ہے۔ **الذی يرجع اليه بسراح** تکلیفوں میں اس سے نجات لی جائے۔ اے سیدوں کے سید۔ مطلب یہ ہے کہ اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے۔

سیدنا آدم علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو پناہ دے رہے ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو پناہ دے رہے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو پناہ دے رہے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو پناہ دے رہے ہیں۔ اے سیدوں کے سید (ان پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے)

اللهم صل علٰى سيدنا محمد وعلٰى آل سيدنا محمد كما تحب وترضى بان تصلى عليه

انبیاء علیہم السلام اپنے ماننے والوں کو پناہ دے رہے ہیں اور میرے رسول ﷺ ان پناہ دینے والوں کو پناہ دے رہے ہیں۔ اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے۔

حضرت خواجہ غریب النواز ہمیں پناہ دے رہے ہیں۔ ہمارے غوث ہمیں پناہ دے رہے ہیں۔ ہمارے محبوب الٰہی ہمیں پناہ دے رہے ہیں۔ ہمارے مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی غوث العالم ہمیں پناہ دے رہے ہیں۔ خواجہ نقشبند ہمیں پناہ دے رہے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ہمیں پناہ دے رہے ہیں۔ اور ہمارے رسول ﷺ ان پناہ دینے والوں کو پناہ دے رہے ہیں سید السادات۔اے پناہ دینے والوں کے پناہ دینے والے۔

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول کو پناہ دینے والا کہے۔ امام اعظم بارگاہ رسالت میں بالقصد حاضر ہوئے' امام اعظم نے رسول کی رضا چاہی' امام اعظم نے رسول کی حمایت چاہی۔

☆☆ صحابی رسول سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ :

فرماتے ہیں : **وَاَجۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَيۡنِىۡ**

وَاَكۡمَلَ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَآءِ

خُلِقۡتَ مُبَـرَّءً مِّـنۡ كُلِّ عَيۡبٍ

كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَآءُ

اے حُسن و جمال کے تاجدار' احمد مختار

آپ سے بڑھ کر کوئی حُسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا

آپ سے بڑا صاحبِ کمال تمام جہاں کی عورتوں کی آغوش میں کبھی کوئی نہیں پیدا ہوا

خالقِ حُسن و جمال نے آپ کو ہر عیب سے بَری اور پاک پیدا فرمایا ہے

گویا آپ جس طرح چاہتے تھے خلّاق عالم نے آپ کی تخلیق فرمائی۔

یہ صحابی رسول (انعام والوں) کا عقیدہ ہے۔

صحابہ کرام اور تعظیم : صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ اپنے دل میں تعظیم رسول کا جذبہ بیدار کرے ورنہ ہر چیز بے معنیٰ ہو جائے گی۔ صحابہ عظام علیہم الرضوان کے نزدیک یہ جذبہ بہت ہی اہمیت کا حامل تھا۔

بخاری 'کتاب الشروط' میں روایت ہے کہ عروہ بن مسعود بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس نے اصحاب رسول کو غور سے دیکھا کہ جب بھی سرکار ابدقرار ﷺ تھوکتے تو وہ لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی۔ جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ ہر ایک کی لگن ہوتی کہ یہ پانی میں حاصل کروں۔ جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے اور غایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہ دیکھتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا: **ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوك ووفدت علیٰ قیصر وکسریٰ والنجاشی واللہ ان رایت ملکاً قط یعظمہ' اصحابہ' مایعظم اصحاب محمدٍ (ﷺ) محمدًا واللہ ان تنخم نخامة الا وقعت فی کف رجل منھم فدلك بھا وجھہ' وجلدہ' واذا امرھم ابتدروا امرہ' واذا توضآء کادوا یقتتلون علیٰ وضوئہٖ واذا تکلم خفضوا اصوٰتھم عندہ' وما یحدون الیہ النظر تعظیماً لہ'**

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا مگر اللہ کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم۔

جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ حکم دیتے ہیں تو فوراً تعمیل ہوتی ہے۔ جب وضو کرتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ وہ لوگ اُن کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیم کے باعث اپنی آنکھیں نیچی رکھتے ہیں۔

آخر یہ کون سی مقدس ہستیاں ہیں جو محبوب خُدا تاجدارِ دارین ﷺ کے حضور اس قدر نیازمندی کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ یہ وہی مقدس ہستیاں ہیں جن کے ہر قول وفعل کو قرآن نے ہر مسلمان کے لئے اولین معیار قرار دیا ہے اور جن کو اپنی دائمی رضامندی کا مژدہ جاں فزا سُنایا ہے۔

یہ صحابہ کرام ہیں۔ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا اور اُن لوگوں نے قرآن کریم کو خود صاحبِ قرآن سے پڑھا۔ اُن سے زیادہ قرآن مجید کو کون سمجھ سکتا تھا؟ یہ صحابہ کرام بھی ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کی آیت تلاوت کرتے تھے مگر کبھی ان صحابہ کرام نے حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر نہیں سمجھا۔ اگر صحابہ کرام' حضور ﷺ کو اپنے ہی جیسا ایک بشر سمجھتے تو آپ کے لعاب دہن اور وضو کے دھوون کو لوٹ لوٹ کر اپنی آنکھوں اور چہروں پر نہ ملتے' اور ایسی تعظیم وتکریم نہ کرتے کہ شاہانِ عجم کے درباری بھی اپنے بادشاہوں کی ایسی تعظیم نہیں کر سکتے تھے۔

حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ کو صحابہ کرام طیب وطاہر سمجھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جان گئے تھے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک عام لوگوں کے اجسام کے مثل نہیں ہے۔ وہ سراپا طاہر اور مطہر ہے اور اس میں وہ برکت

اور فضیلت رکھی ہوئی ہے کہ کسی دوسرے جسم میں نہیں۔ چنانچہ وہ فضلات مبارک بابرکت سمجھتے تھے اور پی جاتے تھے کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا کہ اُن کو اپنے باطن میں پہنچانا باعث ترقی روحانیت ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں جب آپ واپس آتے ہیں تو میں اندر جاتی ہوں۔ مجھے وہاں اور تو کچھ نظر نہیں آتا مگر یہ کہ وہاں سے کستوری کی سی خوشبو آتی ہے، فرمایا۔ **انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علیٰ ارواح اهل الجنة فما خرج منها من شیءٍ استلعته الارض** (زرقانی، خصائص الکبریٰ) ہم پیغمبروں کے وجود بہشتی روحوں کی صفت پر پیدا کئے جاتے ہیں (یعنی جنتیوں کی روحوں میں جو لطافت و پاکیزگی اور خوشبو ہوتی ہے، وہ ہمارے جسموں میں ہوتی ہے، اس لئے ہمارا بول و براز اور پسینہ وغیرہ خوشبودار ہوتا ہے اور جس جگہ پر پڑتا ہے اُسے معطر کر دیتا ہے) اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اُسے زمین اپنے اندر حلول کر لیتی ہے۔

روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ منسوب ہر چیز کا احترام کرنا جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ وہ لعابِ دہن ہو یا وضو کا پانی، اُن کے قریب دنیا جہان کی دولتوں سے زیادہ محبوب تھا اس لئے کہ وہ اُن کے محبوب کے ساتھ نسبت رکھتا تھا۔

حضرت ابن سرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک ہیں۔ ہم نے انہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اُن کے اہل خانہ سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اگراُن بالوں میں سے مجھے ایک بال بھی مل جائے **احب الی من الدنیا وما فیھا** تو وہ بال مجھے دنیا و ما فیھا سے زیادہ عزیز ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا سرانور منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال محفوظ کر لئے۔(بخاری کتاب الوضو)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حجام کو بُلایا اور سر مبارک کے دہنی طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے۔ پھر حضور ﷺ نے بائیں طرف کے بال منڈائے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر عطا فرمائے' بعد ازاں ارشاد فرمایا' یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کر دو' (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، سیرت رسول عربی)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ بال بنوار ہے تھے۔ صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے تھے۔ یہ سب چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ ﴿☆☆﴾ ...... یہ ہے راستہ انعام والوں کا۔ یہ ہے **منعم علیھم** کا راستہ۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ راستہ ایسا ویسا ہے تو اُس سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اُس کو بھی نزدیک بلا لیا جائے تا کہ غضب والوں ﴿**مغضوب علیھم ولا الضالین**﴾ کی لسٹ تیار کر لی جائے' کبھی کام آ جائے گی۔

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه۔

انعام والوں کو اچھی طرح سمجھتے چلے جاؤ۔ ﴿ **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** ﴾ اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اُن کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

وَصَل اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن